# کوئی لے چلے مجھے قادیان

یہ ایک نظم کا مصرعہ ہے۔ جو الحکم کے گذشتہ کسی فائل میں چھپ چکی ہے۔ آج جب میں نے الحکم کے لئے کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو میری زبان پہ بے اختیار آگیا ؎

کوئی لے چلے مجھے قادیان

میں تو خود قادیان میں ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے اس فضل پر جس قدر نازاں ہوں کم ہے مگر اخبار نویس نہ صرف اپنی ہی زبان و دل سے لکھتا ہے۔ بلکہ وہ بسا اوقات دوسروں کی بھی زبان و دل بنجاتا ہے۔ اس کی قوت پرواز اُسے جگہ جگہ لئے پھرتی ہے۔ اور وہ دوسروں کے دل و دماغ میں بیٹھ کر ان کے نقش کے چربے اتارا کرتا ہے۔ قادیان کیا ہے۔ میرے محبوب کا مسکن و مولد۔ اس جگہ پر خدا دنیا پر پھر سے رونما ہوا۔ یہیں اس نے اپنی مخلوق کو ایک مدت کے بعد یہ پیام دیا۔

انی انا ربکم الاعلےٰ

اسی جگہ سے مغلوب و مقہور مسلمانوں کو یہ پیام جانفزا سنایا گیا:۔

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں برمنار بلند و محکم تر افتاد

اس قادیان سے ہزاروں نہیں لاکھوں بندگانِ خدا کے دل بندھے ہوئے ہیں۔ جن کو خدا نے خود اپنے ہاتھ سے تیار کیا۔ اور خود اکو مسیح موعود کے حلقہ غلامی میں یہ کہکر پرو دیا۔

## آئی گو یو لے لارنج پارٹی آف اسلام

وہ سب کے سب محبت قادیان میں پروانے بنے ہوئے ہیں۔ جو قادیان سے باہر ہیں۔ ان کے دل قادیان میں ہیں۔ اور وہ مرغ بسمل کی طرح قادیان کے لئے تڑپتے رہتے ہیں۔ اور بڑے سوز سے کہتے ہیں ؎

گلشن احمد کے پھولوں کی اڑا لائی جو بو
زخم تازہ کرگئی بادِ صبائے قادیان

## قادیان کا مقام

سید و مولیٰ نبی آخر زمان کو بھی قادیان کی زمین اور دھوپ سے محبت تھی۔ اسی محبت میں فرماتے تھے کہ "ہم کو قادیان کی دھوپ اچھی لگتی ہے"

اور قادیان کا مقام اس قدر بلند بیان فرماتے تھے۔ کہ:۔

"جو قادیان میں بار بار نہیں آتا۔
مجھے اس کے ایمان کا خطرہ ہے"

اسی پر بس نہیں اپنے کلام پاک میں بھی یوں فرمادیا ؎

"زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے"

اس قادیان سے آپ کے صحابہ کو کیا عشق تھا۔ اور کیا عشق ہے۔ کہ ایک صحابہ نے کہا ؎

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایک اور نے کہا ؎

تیرے کوچے کو چھوڑ کر بس ہرگز نہ جائینگے

ایک صحابی نے جسے دنیا کے آرام و راحت سے مسیح موعود کی جوتیوں کے صدقے بڑا حصہ ملا۔ نوکر چاکر خدمت کو۔ بہتر سے بہتر مکان رہنے کو۔ موٹریں چڑھنے کو۔ مگر جب قادیان کا ذکر آتا۔ تو آنسوؤں کے سوتے بہ نکلتے۔ اور زبان پر آہ و زاری اور فریاد۔ کہ الٰہی میرے کس گناہ کی شامت ہے کہ میں قادیان سے دُور ہوں۔

جب کبھی کوئی انہیں لکھ دیتا۔ کہ آپ تو وہاں آرام میں ہیں۔ جواب میں ناراضگی اور غصے کے سوا لکھا ہوتا۔ کہ:۔

"میں تو ایسے بیٹھا ہوں۔
جیسے کوئی پاخانے میں"

یہ تو اُن صحابہ کی حالت ہے۔ خود مسیح کا لخت جگر اور ہمارا امام (ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) جب قادیان سے دُور ہوا۔ تو بے اختیار فرمانے لگا ؎

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیان
خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقام پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہہ اٹھتا ہوں ہائے قادیان
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب
دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگہائے قادیان

## قادیان

قادیان خدا کے مامور و مسیح کا مسکن۔ قادیان جلال و جمال الٰہی کا گہوارہ۔ قادیان مہبط انوارِ سماوی۔ قادیان ملت احمد کے لئے نوید حیات۔ قادیان

دار اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پرنٹر چھپکر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا۔

آیات اللہ اور شعائر اللہ کا مرکز۔ قادیان مسلمانوں کا آخری سہارا۔ قوموں کی نجات کا گھر۔ زندگی اور حیات ابدی کا سرچشمہ ہے

خاک کا ذرہ ہُوا ہم چشم مہر و ماہتاب
ہوگیا شاہوں سے بالا زندگئے قادیان
کل جو تھی گمنام بستی آج یثرب ہوگئی
بھولی جائے میں بھلا کیونکر سلئے قادیان

اسی مضمون کے سلسلہ پر شاعروں نے۔ صحابہ نے ہمارے امام نے بلکہ ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر زمان نے اس قدر فرمایا ہے۔ کہ اگر اس کو جمع کر دیا جائے تو ایک بڑا مجموعہ بن جاتا ہے۔ پس ایسی زمین جس میں خدا کی معرفت۔ روح کی غذا۔ زندگی۔ اور زندگی بعد الموت۔ حیات۔ حیات ابدی اور ایک لازوال دولت ملتی ہو۔ وہ آج سوائے قادیان کے کوئی نہیں۔ اس لئے اگر ہر احمدی کا دل مشتاقانہ جذبے میں مجنونانہ وار کہہ اٹھے۔ تو عین صواب ہوگا۔

کوئی لے چلے مجھے قادیان

(محمود احمد عرفانی)

## بقیہ مضمون صٓ

کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ عدالتی کارروائی کو حضور نے دوہرایا۔ اور اس کے ساتھ ہی مولوی محمد حسین کے مطالبۂ کرسی اور صاحب بہادر کی جھڑکیوں کا ذکر تفصیل سے فرمایا۔ جس سے اردلی کے بیان کی عن و من تصدیق ہوئی۔ اور اس طرح خود خدا کے نبی و رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے بھی اس واقعہ کے سننے کی عزت و سعادت ہمیں نصیب ہوئی۔ حضور اس واقعہ کا ذکر بار بار فرماتے اور دہراتے رہے۔ اور ساتھ ہی تعجب فرماتے رہے۔ کہ ”در اصل

### ”حسد اور بغض کی آگ نے اس سے یہ حرکات کرائیں“

ہمارا کرسی پر بیٹھنا وہ برداشت نہ کرسکا۔ ورنہ کرسی مانگتا نہ یہ کچھ ہوتا حقیقت میں خدائی تصرف اور الٰہی ہاتھ نے یہ سب کام کرائے تا خدا کے منہ کی باتیں پوری ہو کر تازہ نشانوں سے مومنوں کو قوت و نور حاصل ہو“

اس موقعہ پر کمرہ عدالت سے باہر جو کچھ گذری یعنی کپڑے کا واقعہ۔ پولیس کی کرسی کا معاملہ۔ وہ احباب نے عرض کیا تو حضور مسکرائے۔ اور پھر اتنے ہنسے کہ عادت شریفہ کے مطابق حضور کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ اور سبحان اللہ۔ سبحان اللہ کہتے ہوئے

**انی مھین من اراد اھانتک**

کے کلام الٰہی کو بار بار یاد فرماتے۔ اور پھر سبحان اللہ سبحان اللہ اور سبحان اللہ کے ورد میں لگے رہے۔

**حضرت اقدس** نے ایک بات یہ بھی سنائی۔ کہ ”جرح کے دوران میں ہمارے وکیل یعنی مولوی فضل دین صاحب آف لاہور نے مولوی محمد حسین پر ایک جرح کرنی چاہی۔ مگر ہم نے اس کی اجازت نہ دی۔ ہمارے وکیل نے اصرار بھی کیا۔ اور کہا۔ کہ وہ تو آپ کی موت کے سامان اور پھانسی کی تیاریوں میں لگا ہُوا ہے۔ اور آپ اس کی عزت بچاتے۔ اس پر رحم کرتے اور فرماتے ہیں۔ کہ

### ”ہمیں اس بیچارے کا کیا قصور تعجب ہے“

مگر باوجود وکیل صاحب کے اصرار کے حضور نے اس قسم کی جرح کی اجازت نہ دی۔ اور اس طرح جہاں مولوی محمد حسین کی ذات اور اولاد و نسل پر کبھی نہ ختم ہونے والا احسان فرمایا۔ وہاں آپ نے

### اخلاقِ محمدی اور خُلقِ عظیم

کی بھی ایسی ایک بے نظیر مثال قائم کر دی۔ جو رہتی دنیا تک چاند اور سورج کی طرح چمکتی اور سنہرے حروف سے لکھی جاتی رہیگی۔ مولوی فضل دین صاحب وکیل باوجود غیر احمدی ہونے کے ہمیشہ اس امر سے متاثر رہے۔ کہ جہاں اس واقعہ کا ذکر عموماً کرتے رہتے۔ وہاں حضرت کے خلاف کوئی کلمہ سننے کو گوارا نہ کیا کرتے تھے۔

**ایسے ذکر اذکار** سے فارغ ہو کر نمازیں پڑھی گئیں۔ نماز سے فراغت پاکر حضور نے فرمایا:۔

”**میاں عبدالرحمٰن**

آج رات ہم تو یہیں ٹھہریں گے۔ کیونکہ کل پھر مقدمہ کی سماعت ہوگی۔ بہتر ہے۔ کہ آپ قادیان جاکر خیر خیریت پہنچادیں۔ تاکہ وہ لوگ گھبرائیں نہیں۔ آپ رات کو ہوشیار رہیں۔ ہم بھی انشاء اللہ کل فارغ ہو کر پہنچ جائیں گے“

حکم پاکر میں نے سلام عرض کیا۔ دست بوسی کا شرف ملا۔ اور میں سفر کو کاٹتا۔ زمین کو لپیٹتا ہوا گویا اڑ کر ہی قادیان پہنچا۔ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور خاندان کی بیگمات و اراکین کی خدمت میں حاضر ہو کر آج کی تمام روئداد تفصیلاً عرض کی۔ اور حضرت کے ارشاد کے مطابق تسلی و اطمینان دلایا۔ اور اس طرح اللہ نے رات کے پہرہ کی خدمت کا بھی موقعہ دیکر نوازا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی فرماتے ہیں۔ کہ وہ بھی صبح کو بٹالہ گئے۔ اور پھر اسی روز واپس قادیان آئے تھے۔

**مقدمہ** جیسا کہ فیصلہ سے ظاہر ہے۔ محض ایک سازش کا نتیجہ اور جھوٹ و بناوٹ کا منصوبہ تھا۔ اور جہاں اس سے اس مقدمہ کی پیروی و تائید اور حمایت و امداد کرنے والوں کی اخلاقی گراوٹ اور فطری پستی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ وہاں ان کے دین و دھرم کے بطلان۔ امانت و دیانت۔ کے فقدان اور شرافت و نجابت سے عاری۔ کورے اور دیوالیہ ہونے کا بھی بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی مظاہرہ سفاہت و کمینگی اور رذالت و جہالت کا دنیا میں ممکن ہو سکتا ہے کہ دین و دھرم کے پیشوا اور حق و حقیقت کے مدعی الکفر ملۃ واحدۃ ایک جھوٹ بنا کر۔ افتراء گھڑ کر کے بہتان و بطلان باندھ کر مل بیٹھیں اور ایک

### ناکردہ گناہ معصوم و مقدس انسان

کو قاتل و سفاک گرداننے کی ہر ممکن کوشش۔ ہر ممکن امداد حتیٰ کہ جھوٹ تک کی نجاست پر منہ مارنے سے بھی پرہیز نہ کیا جائے۔ عیسائی کیا آریہ اور کیا نام کے مسلمان سب ملکر ایک کمان سے تیر چلائیں۔ وکالت کریں تو رضاکارانہ و مفت۔ شہادت دیں تو بے بلائے اور عداوت و بغض کے باعث یا حسد کی جلن سے مشتعل ہو کر۔ بلکہ بالکل منتقمانہ رنگ و طریق سے۔ الامان الحفیظ۔ کہاں ادعاء دین و دیانت اور تقویٰ و صیانت اور کہاں ایسے مکروہ اور ننگ انسانیت افعال

### ببین این تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

### مسل مکمل ہو کر فتوائے موت۔

رسوا کن ضمانت یا کسی اور سزائے سخت کا حکم باقی رہ گیا تھا۔ کہ ارادہ الٰہی اور منشاء ایزدی غالب ہُوا۔ نیک دل۔ پاک فطرت اور عادل حاکم کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔

### یہ پاکباز انسان اور ایسا ناپاک الزام

کرسئ عدالت کے صدر کی فطرت نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ دوبارہ تحقیقات کا حکم دیا گیا۔ معزوضہ اور بھیجے گئے قاتل کو پادریوں سے لیکر معتمد افسران پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ اور اس طرح اس نے پادریوں کے دباؤ اور طمع و خوف سے آزاد ہو کر

### سچا بیان اور اظہار حق

کر دیا۔ حالت نے پلٹا کھایا۔ اور جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ وہ صاعقہ ستارہ بن گئی۔ مومن امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ایمان اور اخلاص میں اُن کو ترقی ملی۔ جو مختلف مقامات سے آتے اور اپنی محبت و وفا۔ ایمان و اخلاص کی قربانیاں اپنے آقا کے حضور پیش کرتے اور خدمت گذارتے رہے۔

### باعزت بریت ہوئی

دشمن روسیاہ۔ ذلیل و خوار اور ہمیشہ کے لئے زیر الزام اور زیر ملامت ہوئے۔ اور جس طرح خدائے برتر و بالا نے قبل از وقت اپنے بندے پر اپنا کلام نازل فرمایا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح رونما و ظاہر ہُوا۔ خدا کے علم تام اور قدرت کاملہ کے کرشمے اور عجائب در عجائب نشان وکام دیکھنے میں آئے۔ تجدید حکام کا معاملہ بھی پورا ہُوا۔ جو انتظامی رنگ میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایک نوٹس کی شکل میں حضور کو دیا۔ مگر کلام الٰہی

ابراء

بھی اپنی پوری شان اور شوکت میں ظاہر ہُوا۔ خداوند خدا اپنی قدرتوں اور فعلی شہادتوں۔ اور اپنے کاموں ہی سے اپنی ذات کا ثبوت اور ہستی کے دلائل دیا کرتا اور چہرہ نمائی فرمایا کرتا ہے جو صحبت انبیاء صادقین و صالحین کے سوا ممکن نہیں۔ ہمیں بھی جو کچھ میسر آیا۔ نصیب ہُوا یا عطا کیا گیا۔

**خدا کے مقدس جری اللہ فی حلل الانبیاء**

ہی کے قدموں کی طفیل۔ صحبت کی برکت۔ انفاس قدسیہ اور توجہات کریمانہ ہی کے صدقے سے ملا۔ اور فی زمانہ خدا کو پانے اور اس کی رضا کے حصول کی اگر کوئی راہ ہے تو صرف یہی ایک سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھڑکی کھلی ہے نور محمدی کے ظہور اور رحمت الٰہی میں داخلہ کا دروازہ ہے

تو بس بہ ہے وایں سعادت بزور بازو نیست

**چوہدری رام بھجج صاحب** دت ایک مشہور آریہ لیڈر اور وکیل گذرے ہیں۔ وہ بھی عیسائیوں کی طرف سے اس مقدمہ میں مفت پیروی کیا کرتے۔ اور خاص دلچسپی و انہماک اور جوش و سرگرمی سے عیسائیوں کی مدد کیا کرتے۔ میرے محترم بزرگ حبی فی اللہ

### حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب

جنہوں نے تراب بن کر خدا پایا۔ اور اس کا عرفان پاکر عرفانی کہلائے۔ انہوں نے چوہدری صاحب سے بے تکلفانہ سوال کیا۔ کہ مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ آپ کا اور پادریوں کا جوڑ کیا؟ میں آپ کو اور آپ کی سرگرمیوں کو حیرت و استعجاب سے دیکھا کرتا ہوں۔ چوہدری صاحب نے جواب دیا۔ آپ کو مجھ پر تعجب آتا ہے۔ مگر مجھے اس سے بھی بڑھکر آپ پر تعجب آتا ہے۔ کہ

### آپ ہمارے جگر گوشے اور لعل

ہم سے چھین اور جدا کر رہے ہیں۔ پھر ایسے اس قسم کے سوال بھی کرتے ہیں اور تعجب بھی۔ اور یہی امر پھر ۱۹۰۸ء کے جلسۂ پیغام صلح کے موقعہ پر جو لاہور یونیورسٹی ہال میں منعقد ہوا تھا دہرایا تھا۔ کہ صلح صلح تو آپ کہتے ہیں۔ مگر لخت جگر ہمارے اور نور نظر ایک ایک کر کے لئے جارہے ہیں۔ ان کی واپسی اور ہمارے نقصان کی تلافی صلح کی شرط اوّل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چوہدری صاحب محترم میرے بزرگ اور موہیال بھائی ہونے کے علاوہ ایک ہی بستی یعنی کنجروڑ ہی کے رہنے والے تھے۔ اور واقعی میرے تمام بزرگوں کو میری جدائی کا سخت رنج اور بھاری صدمہ تھا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ وہ مجھ سے کوئی بدلہ لینے کی بجائے پادریوں سے ملکر

### میرے معصوم آقا

پر وار کرتے رہے۔ گنہگار تھا ان کا تو میں نہ کہ میرے آقا۔ میرے آقا کب مجھے لینے گئے تھے؟ مجھے لایا تھا تو حضور کے قدموں میں میرا خدا نہ کوئی اور پس لڑائی ان کی بنتی تھی۔ تو مجھ سے یا پھر خدا سے۔ مگر دنیا یاد رکھے۔ اور دنیا والے بھی کان کھول کر سن رکھیں۔ کہ فتح دنیا میں ہمیشہ صداقت و راستی اور نیکی و پاکبازی ہی کی ہوتی آئی ہے۔ اور اسی طرح ہمیشہ ہمیش ہوتا چلا جائیگا۔ جھوٹ کا بُت اور بطالت کا مجسمہ کبھی حق و صداقت کے مقابل میں قائم رہا نہ رہ سکے گا۔ تاج فتح و ظفر ہمیشہ صداقت و راستی کے خدمتگاروں کے سر رہا ہے۔ جھوٹ اور باطل کے پرستار کیا۔ اور خدمتگذار کیا ہمیشہ ہی ذلیل و خوار اور نگونسار ہوئے اور ہوں گے۔ کیونکہ قانون خدا ازل سے یہی مقدر ہو چکا ہے۔ کہ

**کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی**

اور خدا سے بڑھکر اور کون اصدق اور کس کا قول اقویٰ ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اس فرمان خداوندی کی تائید و تصدیق کی بالکل ایک تازہ مثال۔ زندہ کرامت اور چلتی پھرتی تصویر جو واقعہ مندرجہ صدر میں صاف اور سامنے کھڑی نظر آرہی ہے خود

### مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

کا وجود ہے۔ جس نے اپنے علم تیرہ۔ زہد خشک اور جاہ زوال پذیر کے گھمنڈ پر تعلّی کی اور بڑا بول بولکر کہا۔ کہ میں نے ہی اٹھایا اور اب میں ہی گراؤں گا۔

## سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک قیمتی ورق

آج سے ۴۳ سال قبل

# ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمے کے چشمدید حالات

اور



# خدا کی قدرت نمائی کے واقعات

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک معزز صحابی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی قلم سے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم
وعلےٰ عبدہ المسیح الموعود

[ھو الناصر]
خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

### قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
### اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

کونوا مع الصادقین حکم الٰہی ہے۔ جس میں بیسیوں حکمتیں، ہزاروں برکات، فیوض اور سعادت و فلاح دارین کے سامان جمع ہیں۔ جو نہ شمار سے گنے اور وزن سے تولے جا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کوئی ظاہری پیمانہ اُن کو ماپ سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ٹٹولے جا سکتے ہیں۔ نہ ہی چھوئے اور چکھے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ تاثرات روحانی۔ ذہنی اور بالکل غیر مرئی ہوتے ہیں۔ حکماء کا قول

### صحبت صالح ترا صالح کند

آیت محولہ بالا ہی کا ترجمہ اور خلاصہ ہے۔ صحبت نیک و بد کے اثر اور نتائج کا کبھی کسی نے انکار نہیں کیا اور یہ ایک مجرب و مسلّم بلکہ مشہود حقیقت ہے۔ اور قرآن حکیم نے بھی کونوا مع الصادقین کا ارشاد دے کر اس پر مُہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔

بنی اسرائیل مدتوں سے غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کرتے چلے آنے اور ذلیل بلکہ ارذل کاموں اور پیشوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے جس طرح پست اخلاق۔ دُون ہمت اور ننگ انسانیت بن چکے تھے۔ وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ۔ انفاس قدسیہ اور آپ کی صحبت نے اُن میں کیا تغیر پیدا کیا؟ کیسی تبدیلی کر دی۔ اور ان کو کیا سے کیا بنا دیا؟ ظاہر و باہر ہے۔

وہ ذلیل تھے، کمین تھے اور ادنیٰ ترین کاموں میں منہمک رہنے کی وجہ سے اُن کی جرات بزدلی سے۔ ہمت پستی سے اور بلند خیالی یاس و نومیدی سے بدل چکی تھی۔ حتیٰ کہ برسرِ اقتدار اور حاکم قوم نے اُن کو اچھوت بنا کر گویا دائرہ انسانیت سے خارج کر رکھا تھا۔ مگر دنیا جانتی اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ باوجود اس قدر پستی اور گراوٹ کے اور ایسے ذلت و ادبار کے گڑھے میں گر جانے کے خدا کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت۔ تعلیم اور تربیت نے اُن میں کیا روح پھونکی۔ کس معراج و ترقی پر پہنچایا۔ اور وہ کس طرح بام اوج پر جا پہنچے۔ حتیٰ کہ

### حکمرانی و جہاں بانی

کے اہل بن گئے +

ہمارے آقا سیدنا رسول عربی و اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی؟ اہل عرب کس حالت کو پہنچ چکے تھے؟ پاس پڑوس کی دنیا اُن کو کس طرح ذلت و حقارت سے دیکھتی اور یاد کرتی تھی؟ اُن کا برسرِ اقتدار آنا اور بادشاہ و حاکم بن جانا تو درکنار۔ دنیا اُن کو اپنا محکوم یا رعیت بنانا بھی موجب عار اور باعث ذلت سمجھا کرتی تھی۔ اُن کے اخلاق و عادات کی گراوٹ۔ اُن کی لوٹ مار کی دھاک۔ اور جنگ و جدال کی کثرت و شدت اور طوالت۔ افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا اتنا شہرہ و چرچا تھا۔ کہ اُن کے زمانے کا نام ہی

### زمانہ جاہلیت

اور رسوم و اعمال کا نام ہی رسوم جاہلیت پڑ گیا تھا۔ مگر باایں ہمہ جب انہوں نے رسول خدا۔ سرور انبیاء۔ شاہِ لولاک کی آواز پر لبیک کہی۔ جب وہ محبت و اخلاص سے آپ کے گرد جمع ہوئے۔ جب انہوں نے آپ کی کامل اطاعت اور کامل پیروی کی۔ قرآن سنا۔ آیات اللہ دیکھیں۔ آپ سے تعلیم و تربیت پائی۔ تو پھر وہ کیا بن گئے۔ اور کہاں سے کہاں جا پہنچے۔ دنیا کے سامنے ہے۔

### دنیا اس کو بھول سکتی ہے نہ کبھی بھولے گی

خدا کے انبیاء۔ اس کے رسول اور برگزیدگانِ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک ہی جوہر کے ٹکڑے۔ ایک ہی لعل کے پارے اور ایک ہی ہیرے کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اُن کا منبع ایک۔ سرچشمہ وحی اور ماخذ واحد ہوتا ہے۔ سب ایک ہی منبع سے نور پاتے۔ ایک ہی چشمہ سے فیض پاتے اور ایک ہی اُن کا مرکز و ماخذ ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے ان سب کی تعلیم ایک۔ ہدایت ایک اور کلمہ بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ البتہ کام کی نوعیت و اہمیت۔ مشن کی وسعت و عظمت، زمانہ کی ضرورت اور حالت و نزاکت کے مدنظر

### فضلنا بعضھم علےٰ بعض

کا فرمان بالکل صحیح۔ درست اور حق و راست ہے۔

ہمارے امام و مقتدا سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ اپنے ملنے والوں۔ دوستوں اور غلاموں کو تاکید پر تاکید فرماتے:۔

> ”بار بار قادیان آیا کریں“

جب کوئی مہمان واپس جانا چاہتے۔ تو فرماتے:۔

> ”ابھی آپ ٹھیریں۔ ابھی اور ٹھیر جائیں۔ اس صحبت کو غنیمت سمجھیں۔ کیا معلوم پھر ملاقات نصیب بھی ہو گی یا نہیں“

احباب اگر کسی ضرورت کا اظہار کرتے اور کہتے کہ فلاں کام ہے۔ اور فلاں حاجت۔ تو بعض اوقات حضور فرماتے:۔

> ”ساری عمر دنیا کے دھندوں اور ضروریات کے حصول میں خرچ کر دی۔ کچھ عاقبت کی فکر بھی تو کرنی چاہیئے“

اجازت بھی حضور دیتے۔ تو فرمایا کرتے۔ اور بتاکید فرماتے۔ کہ:۔

> ”خط لکھتے رہیں۔ یاد کراتے رہیں کیونکہ خط بھی نصف الملاقات ہوتا ہے“

**الغرض** حضور کی دلی خواہش اور سچی آرزو ہوتی کہ لوگ کثرت سے قادیان آیا کریں۔ حضور کی صحبت سے نور فیض پائیں۔ نور ایمان اور معرفت و یقین حاصل کریں۔ خدا پر زندہ ایمان اور گناہ سوز ایمان کے حصول کا واحد ذریعہ بار بار آنا اور صحبت میں رہنا بنا یا کرتے۔ جہاں خدا کے نشانوں کی بارش اور تازہ بتازہ کلام الٰہی کا نزول ہوا کرتا۔ خدا کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر خدا کی وحی سناتا۔ خدا کا کلام پڑھتا۔ اور اس کی باتیں سنایا کرتا۔ جو بعض اوقات اسی دن۔ بعض اوقات دو چار روز میں اور بعض اوقات کچھ عرصہ بعد پوری ہو کر مومنین کے ایمان کی زیادتی و تازگی اور یقین و عرفان کی پختگی کا موجب ہوتیں۔ خدا کی قدرت تامہ کے کرشمے اور علم کامل کے نشانات دیکھنے میں آتے۔ غیب پر مشتمل خبروں اور خدا کی بتائی ہوئی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ایک

### زندہ ایمان اور پختہ یقین

کا موجب ہوا کرتا۔ ایسا کہ گویا خدا نے چہرہ نمائی فرما دی۔ اس کے علاوہ بے انداز فیوض بے حساب برکات حضور کی صحبت میں میسر آیا کرتے۔ مگر اس وقت میں صرف اسی خاص ایک امر کا ذکر کروں گا۔

**۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء** کا واقعہ ہے۔ کہ حضور نے خواب منذر دیکھا۔ جو حضور کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں:۔

> ”۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک **صاعقہ مغرب کی طرف** سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے۔ اور نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے۔ اور نہ اس نے کوئی نقصان کیا ہے۔ بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور میں اس کو دُور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جبکہ وہ قریب پہنچی۔ تو میرے دل میں تو یہی ہے۔ کہ یہ **صاعقہ** ہے۔ مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل **صاعقہ** سمجھتا ہے۔ پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا۔ اور مجھے الہام ہوا
>
> **ما ھٰذا الا تھدید الحکام**
>
> یعنی یہ جو دیکھا۔ اس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں۔ کہ حکام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہو گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا۔
>
> **قد ابتلی المؤمنون**“

۲۹ جولائی کو اللہ تعالیٰ ایک کیفیت دکھاتے ہیں۔ یکم اگست کو ڈپٹی کمشنر امرتسر وارنٹ جاری کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنے والے واقعہ کی قبل از وقت حضور کو اطلاع دیدی تھی۔ حضور نے یہ رؤیا اور الہامات حسب معمول

سنادیئے۔ اور دوسرے معزز اصحاب واراکین کے ساتھ میں بھی ان سننے والوں میں سے ایک تھا۔ یہ الہامات سنے قبل از وقت سنے۔ اور براہ راست خدا کے نبی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے سنے۔ علی رؤس الاشہاد سنے۔ آپ کے لب ہائے مبارک کو ہلتے دیکھا۔ اور آواز کو اپنے کانوں سنا۔ ابھی چندہی روز گذرے ہوں گے۔ کہ گورداسپور سے چوہدری رستم علی صاحب نے کسی احمدی دوست کے ذریعہ اطلاع بھجوائی۔ کہ:۔

"امرتسر سے حضور کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے ہیں۔ امرتسر کے ڈپٹی کمشنر کی طرف سے آج ایک تار ملا ہے۔ کہ وہ وارنٹ روک لیا جائے گو وارنٹ ابھی تک کوئی نہیں پہنچا۔ مگر تار سے اتنا پتہ ضرور ملتا ہے کہ وارنٹ جاری کئے جا چکے ہیں۔ کوئی انتظام کر لیا جائے"

دوسری طرف ایک دوست نے امرتسر سے آکر حضرت کے حضور عرض کیا۔ کہ:۔

"میں نے امرتسر میں سنا کہ کسی پادری نے حضور کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ اور کہ وہاں سے وارنٹ گرفتاری بھی جاری ہو گئے ہیں۔ دشمن خوشیاں منا رہے اور حضور کی گرفتاری کی انتظار کر رہے ہیں"

**اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبل از وقت رؤیا۔ کشف اور الہامات کے ذریعہ ایک صاعقہ تحدید حکام اور ابتلاء کی اطلاعات کیساتھ** ہی دو مختلف مقامات سے اپنے مخلص دوستوں کے ذریعے اس قسم کی اطلاعات کا ملنا الٰہی کلام اور علام الغیوب ہستی کے قول کی تصدیق تھی۔ حضور پُر نور نے سنت انبیاء کے مطابق ظاہری انتظامات۔ اور ضروری سامانوں کے جمع کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض خدام کو گورداسپور بھیجکر حقیقت حال اور معاملہ کی تفاصیل معلوم کرنے کا انتظام فرمایا۔ چوہدری رستم علی صاحب مرحوم نے امرتسر سے بھی حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مگر کوئی تفصیلی اطلاع نہ مل سکی۔ جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے۔ ہمارے محترم سیکھوانی دوست اس ذیل میں ادھر اُدھر کی دوڑ دھوپ میں پیش پیش تھے۔ یا وجلہ کے بھائی جو گورداسپور کے قریب ہونے کی وجہ سے محترم چوہدری صاحب سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔ کہ اس واقعہ سے کچھ ہی روز پہلے اسی قسم کے ایک معاملہ میں مکرم چوہدری صاحب نے عزیز مکرم چوہدری غلام محمد صاحب کو جو آج کل حافظ صوفی اور غلام محمد صاحب آف ماریشس کے نام سے معروف اور مسجد محلہ دارالرحمت کے امام الصلوٰۃ ہیں کو خاص طور پر ایک پیغام دے کر بھیجا تھا۔ مگر ان کو رستہ ہی میں روک لیا گیا۔

الغرض گورداسپور اور امرتسر دو نو جگہ سے باوجود کوشش کے وارنٹ کے متعلق یقینی طور پر کچھ معلوم ہو سکا اور نہ ہی یہ معمہ حل ہوا۔ کہ وارنٹ کے اجراء کے بعد اس کے روکے جانے کے لئے امرتسر کے ڈپٹی کمشنر نے تار کیوں دیا۔ یہ خبر بلا تفصیل ہم لوگوں کے لئے تو متوحش اور تشویشناک تھی۔ مگر حضرت اقدس جن کی ذات والاصفات کے متعلق تھی۔ مطمئن اور حسب معمول ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ کوئی گھبراہٹ تھی نہ پریشانی۔ فکر دامنگیر تھی نہ اندیشہ وملال۔ حضور حسب معمول مہمات دینیہ میں معروف۔ نمازوں میں شریک ہوتے اور دربار بھی اسی آب و تاب سے۔ اسی شان وشوکت سے لگتا۔ سلسلہ فراہمی اسباب کی سرگرمیوں کے علاوہ اور کوئی خاص رنج وغم یا ہم و حزن کے آثار دیکھنے میں آتے نہ سننے میں۔ بلکہ ذکر ہوتا تو یہی۔ کہ:۔

"ہمارا تو ایسی باتوں سے اپنے خدا کے ساتھ اور زیادہ تعلق محبت ووفا بڑھتا ہے۔ اس کی تائید اور نصرت کا یقین ہوتا۔ بلکہ ہم امیدوار ہوتے ہیں۔ کہ

## اب ضرور کوئی نشان ظاہر ہوگا"

اسی روز یا زیادہ سے زیادہ دوسرے ہی دن پھر ایک آدمی گورداسپور سے چوہدری صاحب مغفور کی چٹھی لے کر آیا۔ جس میں اس امر کی وضاحت تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ نیز لکھا تھا۔ کہ وہ مقدمہ امرتسر سے گورداسپور آگیا ہے۔ اور کہ حضور کے نام بجائے وارنٹ گرفتاری کے سمن جاری ہو چکا ہے۔ جو اگلے روز حضور کی بٹالہ میں حاضری کے لئے سپیشل آدمی کے ہاتھ برائے تعمیل بھیجا جا چکا ہے۔ مگر امرتسر سے جاری شدہ وارنٹ کے متعلق پھر بھی کوئی اطلاع نہ آئی۔ کہ وہ کیا ہُوا؟

اس تفصیلی اطلاع پر حضور نے پھر بعض دوستوں کو گورداسپور اور لاہور بھیج کر پیروی مقدمہ کے لئے گورداسپور سے شیخ علی احمد صاحب وکیل اور لاہور سے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کی معرفت کسی قابل قانون دان کی خدمات حاصل کرنے کا انتظام فرمایا۔ ادھر چوہدری صاحب کے خط کے بعد سرکاری پیادہ بھی سمن لے کر آگیا۔ اور اگلے دن صبح کو بٹالہ جانے کی تیاری ہونے لگی۔

**مقدمہ کی نوعیت یعنی اقدام قتل بجائے خود** ایک۔ خطرناک اور مکروہ الزام تھا۔ جس کی مجرد خبر ہی معمولی تو درکنار بڑے بڑے دل گردے کے لوگوں کے اوسان خطا کر دیا کرتی ہے۔ اور ایسے حالات میں اُن کو کچھ سوجھا کرتا ہے نہ اُن سے کچھ بن پڑتا۔ اکثر حواس باختہ ہو کر پاگل ہو جاتے اور گھر اُن کے ماتم کدہ بن جایا کرتے ہیں۔ مگر یہ مقدمہ نہ صرف یہ کہ اقدام قتل کا مقدمہ تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ اضافہ کہ ایک ایسے انگریز پادری کی طرف سے دائر کیا گیا تھا۔ جو علاوہ اپنے اثر ورسوخ اور وسائل واسباب کے حکمران قوم کا فرد۔ پادری ہونے کے باعث اپنی قوم میں ممتاز حیثیت کا مالک، اور واجب الاحترام ہستی مانا جاتا تھا۔ اس پر طرفہ یہ کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر خصوصیت سے پادری منش مذہبی آدمی اور کٹر عیسائی مشہور تھے۔ ان تمام باتوں کو ملا کر یکجائی غور کرنے سے اس مقدمہ کی نوعیت

### کتنی مہیب خوفناک اور ڈراؤنی

بن جاتی ہے ظاہر ہے۔ مگر یہ سبھی کچھ انہی کیلئے ہوتا ہے۔ جن کو اپنے خدا سے کوئی تعلق ہوتا ہے نہ اس پر ایمان۔ جن کو خدا کی محبت ووفا کا چشمہ علم ہوتا ہے نہ اس کی صفات کا عرفان۔ جن کو خدا کی قدرت پر بھروسہ ہوتا ہے نہ نصرت کی امید۔ بلکہ وہ اپنی تدابیر اور کوششوں ہی کو اپنا حاجت روا اور مطلب برار سمجھ بیٹھتے۔ اُن کی نظر زمینی اور مادی اسباب پر گڑی رہتی۔ آسمان سے انکو کوئی تعلق نہ آسمان والے سے سروکار ہوتا ہے۔

**خدا کے پاک بندے** جن کو خدا اپنی محبت کے لئے چن لیتا۔ جو اپنے محبوب کی محبت میں کھوئے جاتے۔ جو اپنا سب کچھ کھو کر اپنے خدا کو پاتے۔ جو اپنی ہر خواہش۔ آرزو اور مقصد و مدعا کو اپنے خدا کی مشیت پر قربان کر دیتے۔ جو اپنے آقا کے ایسے وفادار ہوتے ہیں۔ کہ کوئی طمع یا ضرورت وحاجت اُن کے قدم کو ڈگمگا سکتی ہے۔ نہ ہی کوئی خوف۔ دکھ یا مصیبت ان کے اس عہد میں رخنہ و تزلزل پیدا کر سکتی ہے۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کا قدم اپنے خدا کی طرف زیادہ مضبوطی اور تیزی سے اُٹھنے لگتا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر موت وارد کر کے فنا فی اللہ ہوتے۔ اور اس طرح

### وہی خدا کی گود اور اسکی پناہ

کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ دنیا والے اپنی طرف سے اُن کو آگ میں ڈال کر تباہ وبرباد کر دینا چاہتے ہیں۔ مگر آگ کا خالق خدا آگ کو

**یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم**

کا حکم دیکر قدرت نمائی فرماتا۔ نار کو گلزار بنا تا۔ کبھی ویران اور بیابانی کوئیں میں پھینک کر وہ خود ان کا مقام حاصل کرنا چاہتے۔ مگر اُن کا خدا ان کے کان میں

**لتنبئنھم بامرھم ھٰذا وھم لا یشعرون**

کی سرگوشی کیا کرتا۔ رسیلی اور محبت بھری لوری دیکر مطمئن فرماتا ہے۔ اور اس طرح یہ صادق و راستباز خدا کی ذات اس کی وفا اور وعدوں پر ایسا کامل اور غیر متزلزل یقین کرنا سیکھ کر ایسے کامل ہو جاتے ہیں۔ کہ نہ صرف یہ کہ

### خطرناک مصیبت کی گھڑیوں

مصائب کی آندھیوں اور مشکلات کے طوفانوں میں وہ خود ہی نہیں گھبراتے۔ خوف کھاتے یا ڈرا کرتے ہیں۔ بلکہ

**لاتحزن ان اللہ معنا!**

کہتے ہوئے دوسروں کو تسلی دلاتے اور خدا کی معیت کا یقین دلا کر آرام۔ امن اور سکون پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ کبھی دشمن اُن کو عدالتوں میں کھینچ لاتے۔ قتل اور فساد وخونریزی کے مقدمات کھڑے کر کے جھوٹے گواہ بنا کر دار اور سولی دلانے اور موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے۔ مگر ان کا خدا ان کو

**انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم**

کی ندا دیکر اپنی معیت کا یقین دلاتا۔ دشمن کے وار سے بچاتا اوران پر وار کرنے والوں کو نشانہ لعنت وملامت بنا کر

### "چاہ کن را چاہ درپیش"

کا نقشہ سامنے لا کھڑا کرتا۔ اپنے بندوں کو امداد کا وعدہ دیتا اور اُن کے ذریعے مومنوں کو یہ تلقین فرماتا۔ کہ:۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا<br>
میگذرد با محبت باوفا

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنے مطاع ومتبوع کی کامل محبت اور کامل پیروی سے اللہ کریم نے وہی مقام عطا فرما رکھا تھا۔ اسی لئے حضور نہ صرف خود ہی مشکلات ومصائب کے پہاڑوں اور مخالفت وعداوت کے طوفانوں سے نہ گھبرایا کرتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ دوسروں کی تسلی اور سکون وامن کا موجب بھی ہوا کرتے تھے۔ یقیناً ہم لوگ ایسی خبروں سے گھبراتے اور خوف کھایا کرتے تھے۔ کیونکہ بشریت ہمارے ساتھ لگی ہُوئی تھی۔

### خدا جانے اب کیا ہوگا؟

مگر جب حضور ہم پر جلوہ افروز ہوتے۔ مجلس لگتی۔ دربار سجتا۔ اور خدا کا کلام ہم پر پڑھا جاتا۔ اس کے وعدے دوہرائے جاتے۔ اس کے حسن واحسان کے تذکرے ہوتے۔ اس کی قدرت نمائی کی مثالیں کانوں میں پڑتیں۔ نشانات یاد دلائے جاتے۔ تو ہمارے خوف امن سے۔ خطرات تسلیوں سے اور رنج وغم خوشیوں میں تبدیل ہو کر ایمان کی زیادتی اور خدا کی معرفت کے دروازوں کے کھل جانے کا موجب ہُوا کرتے۔

**برسات کا موسم اور اگست کا مہینہ تھا۔** قادیان میں سواری کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ بمشکل ایک یکہ کا انتظام ہو سکا۔ دوسرے کے لئے کوشش جاری تھی۔ مگر وقت پر نہ پہنچا۔ تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو روانہ ہو گئے۔ تاکہ وقت پر پہنچ سکیں۔ حضور نے حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تین غلام ہمرکاب تھے۔ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی یا حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب۔ اور یہ عاجز راقم یعنی عبد الرحمٰن قادیانی۔ رستہ کیچڑ وگارے کے باعث سخت تکلیف دہ اور دشوار گذار تھا۔ قادیان سے سڑک تک پہنچنے میں تو یکے کو گویا دھکیل یا اٹھا کر ہی لے جانا پڑا۔ سڑک پر پہنچکر یکے کو تیزی سے چلانے کی کوشش کی گئی۔ یکہ بان کے علاوہ ہم لوگ دائیں بائیں اور پیچھے سے گھوڑے کی مدد کرتے گئے۔ یہ سواری جب انارکلی کے قریب پختہ سڑک پر پہنچی۔ تو **کپورتھلہ اور لاہور کے وفا کیش جانثار** لب سڑک منتظر دیکھے۔ پانچ اصحاب تھے یا سات۔ ایک صاحب کمزور اور معمر تھے۔ اُن کو حضرت نے یکہ میں بیٹھا لیا۔ اور باقی ہمارے ساتھ یکہ کے دائیں بائیں اور پیچھے دوڑتے ہُوئے کچہری کے پیچھے بٹالہ منڈی میں پہنچے۔ حضرت کی سواری موجودہ شفاخانہ حیوانات کے برابر کے مقام پر تھی۔ کہ سامنے کے کھلے میدان اور چوک میں جبہ پوش مولوی یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے دونو ہاتھ کمر کے پیچھے جبہ کے نیچے کئے خاص انداز میں ٹہلتے اور ایک بھیڑ سڑک کے دونو کناروں پر کھڑی دکھائی دی۔ جو کسی بڑے منظر اور **شیطانی وعدے کی ایفاء کے انتظار** میں جمع تھی۔ انہوں نے وارنٹ گرفتاری کی شیطانی پیشگوئی تو سن رکھی تھی۔ مگر خدا کی قدرت کا ہاتھ ان کی نظروں سے اوجھل تھا۔ وہ اس امید پر جمع تھے کہ نعوذ باللہ حضور کو ذلت ورسوائی میں دیکھ کر خوش ہوں گے۔ پولیس کی حراست ونگرانی اور ہاتھوں میں کڑیاں ہوں گی۔ مگر جب دیکھا۔ کہ حضور آزاد۔

ہشاش بشاش اپنے غلاموں کے حلقہ میں یکہ سے اترے ہیں - پولیس ہے نہ کوئی اہلکار - ہیں تو سبھی غلام و وفادار کوئی ساتھ آئے ہیں تو کوئی تشریف آوری کی انتظار میں تھے - ایک دوسرے سے اور دوسرا تیسرے سے بڑھ کر قربان و نثار ہونے کو تیار تھا - اس نقشہ کو دیکھکر وہ غول بیابانی کچھ اس طرح غائب ہوا - جیسے گدھے کے سر سے سینگ -

گورداسپور سے شیخ علی احمد صاحب اور لاہور سے مولوی فضل دین صاحب وکیل آئے - حضرت مفتی محمد صادق صاحب پروانہ شمع نور ہدایت اور عاشق و فدائے احمد قادیانی جو شاذ ہی کبھی ایسے مواقع کو ہاتھ سے دیا کرتے تھے - نیز فرشتہ سیرت صالح نوجوان مرزا ایوب بیگ صاحب مغفور - شیخ رحمت اللہ صاحب اور بعض اور دوست بھی پہنچے - امرتسر سے بھی غالباً دو تین دوست آئے - جن میں محترم شیخ یعقوب علی صاحب تراب خوب یاد ہیں - قادیان سے چند احباب اور دوسرا یکہ بھی مع سامان آگیا تھا - حضور سواری سے اتر خراماں خراماں پورے وقار کے ساتھ حلقہ بگوش پروانوں کے حلقہ میں ٹہلتے - وکلاء اور آنے والے مہمانوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے

**ڈاک بنگلہ بٹالہ**

کی طرف بڑھے - جہاں صاحب ڈپٹی کمشنر اترا ہوا تھا - صاحب کے اردلی نے دور ہی سے آتے دیکھکر اندر اطلاع کی - اور اس طرح فوراً ہی حضور کو اندر بلا لیا گیا - انتظار و آواز بھی نہ اٹھانا پڑی - جبہ پوش مولوی جو منڈی اور اڈہ خانہ کے چوک میں ایک بھیڑ کو لئے کھڑا امد حسرت و نامرادی کے عذاب میں تلملاتا ہوا کھسک آیا تھا - اب اس بنگلہ کا طواف کرتا نظر آیا - اور دو دو چار چار کر کے اس کے ساتھی بھی وہیں جمع ہونا شروع ہو گئے - حتیٰ کہ ہوتے ہوتے پہلے سے بھی زیادہ بھیڑ اور تماش بینوں کا بھاری ہجوم ڈاک بنگلہ کے میدان میں جمع ہو گیا -

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک پہلے سے صاحب بہادر کے کمرہ میں موجود تھا - جس کے رضا کار وکلاء و مشیر قانونی حاضر اور گواہ بغض و تعصب اور خود غرضی و خود ستائی کے مارے حق و صداقت اور صدق و سداد کو مٹانے کے لئے

**ادھار کھائے کھڑے تھے**

حضور کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے - جو ڈاک بنگلہ بٹالہ کے غربی جانب واقع اور جس کے شمال اور غرب میں ورانڈہ موجود ہے - کمرہ کے دروازوں پر چقیں اور پہرہ دار چپڑاسی اِدھر اُدھر گھومتے دکھائی دیتے تھے - حضور کے اندر داخل ہونے کے بعد ہم لوگوں کی جو حالت تھی - اس کا اندازہ خدائے علیم و خبیر کے سوا کون کر سکتا ہے - دل ہمارے بیٹھے جاتے تھے - خون پانی ہوا جاتا اور جسم ہمارے

**بیم و رجا اور خوف و امید**

کے خیال سے لرزاں تھے - تضرع اور الحاح - عجز و انکسار خود بخود دعاؤں میں رقت اور سوز پیدا کر رہا تھا - اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ علیٰ قدر مراتب خدا کے فضل اور اس کی رحمت کے نزول کے لئے دستِ دعا پھیلا رہا تھا - ہم لوگ انہی حالات میں تڑپتے اور بے قرار ہو رہے تھے - کہ

**جبہ پوش کاہن سردار**

کے نام کی پکار ہوئی - اور وہ بائیں رخ ... دستار دوڑتا ہوا

بعد شوق داخل کمرہ ہو گیا - اس کو داخل ہوئے ابھی چند ہی سنٹ گذرے ہوں گے - کہ کمرۂ عدالت ڈانٹ ڈپٹ اور ایک غضب آلود و دہشتناک آواز سے گونج اٹھا - جس کی وجہ سے ہمارے زخمی و رنجور اور صدمہ خوردہ دل اور بھی بیٹھنے لگے - آہ

**خداوندا یہ کیا ماجرا ہے ؟**

ہر کوئی گھبرا اٹھا - اور ورانڈہ کے قریب ہوا - ہم لوگوں کو ورانڈہ میں آتے دیکھکر اردلی نے اشارہ سے روکا اور ساتھ ہی تسلی دی - گھبراؤ نہیں - پادریوں کے گواہ کی عزت افزائی ہو رہی ہے - قریب ہونے پر جو کچھ ہمارے کانوں نے سنا یہ تھا - کہ :-

**" بک بک مت کر - پیچھے ہٹ - سیدھا کھڑا ہو "**

اردلی لوگ مزاج شناس ہوا کرتے ہیں - حاکموں کے اشارے پر چلتے اور مرضی و حکم کے مطابق کام کرتے ہیں - ہمیں تو اس نے تسلی دیدی - اور اس کی تسلی ہی سے ہم لوگ سمجھ گئے - کہ اندر جو کچھ ہوا - وہ خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن اور پادریوں کے معاون و مددگار گواہ ہی کی خاطر خدمت ہوئی ہے - کانوں سے جو کچھ سنا - اس کا قرینہ بھی اسی بات کا مؤید تھا - کیونکہ حضرت اقدس کے تو بولنے کا موقعہ ہی تھا نہ محل - بولا ہوگا تو وہی گواہ جس کو شہادت کے لئے اندر بلایا گیا - اتنے میں اردلی نے موقعہ نکالا - اور باہر آ کر سارا واقعہ سنا گیا - جس پر جہاں ہم لوگوں نے سجدات شکر اور کلمات حمد کے گیت گائے - وہاں بعض حاضرین بھی ہمارے ہم آہنگ بن گئے - اور ہماری ذلت و کس دیکھنے کو جمع ہونے والوں کے دل خدا نے کچھ ایسے پھیر دیئے - کہ وہی اس مُلّا کے چیلے چانٹے اب یہ کہتے سنائی دینے لگے - کہ

**بڑا بے ایمان اور پکا کافر ہے**

ایک بزرگ مسلمان کے خلاف پادریوں کے لئے جھوٹی گواہی دینے کو آیا - تبھی یہ ذلت دیکھی - وُرد ہو وے ایسا مردود و ناہنجار - ہم تو اس کی شکل سے بے زار اور نام لینے کے روادار ہیں نہ سلام کے -

اردلی نے جو کچھ بتایا - محبت و اخلاص اس کے محرک تھے یا کوئی طمع و حرص - ہوا کے رخ نے اس کو جرأت دلائی یا صاحب بہادر کے سلوک و طریق نے - مجھے ان باتوں کا علم ہوا اور نہ ہی اس کی مجھے ضرورت تھی - جو کچھ اس نے سنایا - اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا - کہ :-

> " مرزا صاحب جب کمرے میں داخل ہوئے تو صاحب نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بیٹھنے کو کہا - اور آپ کرسی پر بیٹھ گئے - ڈاکٹر کلارک بھی صاحب کے پاس کرسی پر بیٹھا تھا - مولوی صاحب کو جب آواز پڑی - اور جلدی جلدی اندر آئے تو مرزا صاحب کو کرسی پر بیٹھے دیکھکر جل بھن کر آگ بگولہ ہو گئے - دائیں بائیں دیکھا تو کرسی کوئی خالی نہ تھی - رہ نہ سکے - اور بے ساختہ صاحب بہادر سے کہنے لگے - کہ مجھے کرسی ملنی چاہیئے - کیونکہ میرے باپ درباری کرسی نشین تھے - اور میں بھی - ڈاکٹر مارٹن کلارک نے بھی سفارش کہا - کہ گواہ ایک معزز مذہبی لیڈر ہے - مگر صاحب بہادر نے کہا - کہ ہمارے پاس ان کے باپ کے متعلق کوئی ایسی اطلاع ہے نہ ان کے اپنے متعلق - صاحب کا یہ جواب سنکر مولوی محمد حسین صاحب اور بھی جھنجھلائے - اور صاحب کی میز پر ہاتھ رکھ کر کسی قدر آگے کو جھکے - اور پھر کرسی کے لئے اصرار کیا صاحب بہادر کو ان کی یہ ادا ناگوار گذری - انہوں نے اسے گستاخی سمجھ کر جھڑکیاں دیکر خاموش رہنے - پیچھے ہٹنے اور سیدھا کھڑے ہونے کی غرض سے غصے میں کہا :-
>
> **بک بک مت کر - پیچھے ہٹ - سیدھا کھڑا ہو -**
>
> چنانچہ اس پر مولانا ٹھنڈے ہو کر سیدھے تیر ہو گئے "

یہ تو وہ واقعہ ہے - جس کی گونج ہمنے کانوں سنی - اور تفصیل صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے اردلی کی زبانی سنی - جو موقعہ پر موجود اور چشمدید گواہ تھا - اس کے بعد جب گواہی ان کی ختم ہوئی - تو اردلی کی نگرانی میں باہر بیٹھنے کا حکم ہوا - مولانا کچھ تو وکلاء کی جرح قدح کے بوجھ کی وجہ سے تشویش میں تھے - اور کچھ کرسی نشینی کے معاملہ کا شوق گلے کا ہار گلوگیر بن رہا تھا - گھبراہٹ میں باہر آئے - آس پاس نظر دوڑائی - کرسی وغیرہ کوئی نہ پائی - جھلا کر اردلی سے بولے :-

**" کوئی کرسی لاؤ "**

مگر اردلی نے عذر کر دیا - کہ کرسی خالی کوئی نہیں - ناچار مولانے ایک آدمی کا کپڑا لیا - اور فرش پر دھرنا مار کر بیٹھ گئے - **مگر وائے شُومیٔ قسمت** کہ جس کا کپڑا لے کر بیٹھے تھے - اس کو کسی دوسرے نے یہ کہکر غیرت دلائی - کہ :-

> " تم پادریوں کے ایسے گواہ کو اپنا کپڑا دیتے ہو - جسے صاحب نے بھی جھڑکیاں دے کر سیدھا کر دیا اور تسلے کرنے کے باوجود اسے کرسی نہ دی - عیسائی اور اردلی ہی تم سے اچھے رہے !! "

وہ شخص چونکہ بعد میں آیا تھا - اس وجہ سے اس بے چارے کو ان باتوں کا علم نہ تھا - اس کی بات اس کے دل لگی - اور دوڑ کر مولوی صاحب کی طرف جھپٹا - اپنی چادر اُن کے نیچے سے کھینچکر بولا :-

**" مولوی صاحب میں اپنا کپڑا پلید نہیں کرانا چاہتا - یہ چھوڑ دو "**

یہ سعید الفطرت غیرت مند شخص میاں محمد بخش نام برادر خورد میاں محمد اکبر صاحب مرحوم ٹھیکیدار بٹالوی تھے - جن کو آخر اللہ تعالےٰ نے نور ہدایت سے منور کیا - اور دولت ایمان عطا فرمائی - مولانا کھسیانے ہوئے اور اس کا کپڑا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ادھر ادھر ٹہلنے لگے - یہ واقعہ جہاں میرا چشم دید ہے - وہاں اور بھی کثرت سے اور دوستوں ... اور بیگانوں کا بھی آنکھوں دیکھا سچا اور بالکل صحیح واقعہ ہے -

اس کے بعد مولانا ٹہلتے ٹہلتے بنگلہ کے ... جانب جا نکلے - جدھر کپتان پولیس کا ڈیرہ ... تھا - کوئی خالی کرسی دیکھکر بے اختیار لپکے ... اس پر جا براجے - مگر ان کی بدقسمتی کہ کسی پولیس ... دیکھ لیا - اور فوراً ہی سپاہی کو بھیجکر یہ کہتے ہوئے ... کرسی خالی کرائی - کہ :-

**" صاحب ضلع نے کرسی نہیں دی - تو ہم کیوں دیں - صاحب بہادر دیکھ لیں - تو ہمارے سر ہو جائیں "**

الغرض یہ ایک ہی دن میں - ایک ہی مقام پر اور ... ہی معاملہ میں ہمنے اللہ تعالیٰ کی غیرت و گر... کے مظاہرے - اس کی قدرت و تصرف کے نمونے ... اس کے علم و اقتدار کے زندہ و تازہ نشان اپنی آ... دیکھے - کانوں سنے اور بر سر عام دیکھے سنے - جس کے علم و فضل کا شہرہ - اثر و رسوخ کا چر... رعب داب کا غلغلہ و دھاک بندھی ہوئی تھی ... وہ جو گھر سے نکلتا تو معتقدین اور نیاز مندوں ... جھنڈ اس کے گرد جمع رہتے - چلتا تو آگے پیچھے ... اور دائیں بائیں عقیدت کیشوں کا ہجوم و حا... بنا رہتا - لوگ مکانوں اور دوکان پر کھڑے ... ہو ہو کر سلام و آداب بجا لایا کرتے - راہ رو ا... کے خیال سے راستہ چھوڑ دیا کرتے -

**آج خدا کے ایک پیارے بندے**

کے مقابل پر آ کر کس حال کو پہنچا - کتنی ذلت اُٹھ... پڑی اور کس کس رنگ میں ذلیل و خوار ہوا - خدا ... پناہ - اُن واقعات کی یاد سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے اور جذبات رحم جوش مارنے لگتے ہیں -

**انی مہین من اراد اھانتک**

کے وعدہ خداوندی کی تکمیل و ظہور میں اب اگر ... کو شک و شبہ باقی ہو - تو اپنی جان پر آزما دیکھے ... سنا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل پر آ کر نمرود جیسا طاقتور بادشاہ - حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں فرعون ... متمرد حکمران اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل میں کھڑے ہونے والے ... قریش آخر حق کے مقابلہ و مخالفت کی وجہ سے ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو کر کیفر کردار کو پہنچے - مگر آج اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے فیض صحبت نے اُن تمام واقعات کو حقائق بنا کر گویا تازہ کر دکھایا - نہ صرف یہ شنید دید سے بدل گئی - بلکہ یقین عین الیقین اور حق الیقین کے مقام پر کھڑا کر ... گویا خدا دکھا دیا - علیہ و علیٰ مطاعہ الصلوٰۃ والسلام دائماً - آمین -

اس دن کی کارروائی کے اختتام پر حضور ... پُر نور سرائے میں تشریف لائے - جہاں قیام کا انتظام تھا - یہ وہی سرائے ہے - جس میں آجکل (۱۹۳۹ء) ٹاؤن کمیٹی کا دفتر اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کی کچہری لگتی ہے - اس زمانہ میں خالص سرائے تھی - حضور پُر نور نے سرائے کے جنوب مشرقی کونے ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللھم صلّ علٰی محمد و علٰی آلہ و بارک و سلم

# "اُذکروا محاسن موتاکم"

## چوہدری محمد مالک خان تسنیم بی اے مرحوم کا کچھ ذکر خیر

حضور سرور کائنات حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ "اذکروا محاسن موتاکم" اپنے مرنے والوں کی نیکیوں اور خوبیوں کا تذکرہ کرو ۔ اس ارشاد نبوی کے مطابق سلسلہ عالیہ کے اخبارات گاہ بگاہ اس عالم گذران سے ارتحال اختیار کرنے والے احباب کرام کے حالات وکوائف شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ جن کے مطالعہ سے سامان عبرت کے ساتھ مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی تحریک بھی ہو جاتی ہے ۔

ناظرین کی خدمت میں آج میں اپنے نہایت عزیز ماموں اور پیارے رفیق چوہدری محمد مالک خاں تسنیم بی ۔ اے متعلم لا کالج رئیس امین آباد غفر اللہ لہٗ کا کچھ ذکر خیر کر کے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں ۔

عزیز مرحوم مورخہ اٹھارہ جولائی ۱۹۳۹ء تقریباً ایک ماہ ٹائیفائڈ میں مبتلا رہ کر بائیس برس کی عمر میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم نہایت خوش خصال ، ملنسار ، اور بہت خلیق نوجوان تھے ۔ لاہور کے تمام کالجوں کے بہت سے ہندو مسلم اور سکھ ، عیسائی طالب علموں کے ساتھ مرحوم کے دوستانہ تعلقات تھے ۔ آل ورلڈ ین فرینڈ شپ کی شاخ لاہور کے سیکرٹری تھے ۔

اپنے دوستوں کو رشتہ داروں کی طرح عزیز سمجھتے تھے ۔ بسا اوقات کہا کرتے تھے ۔ کہ "لوگ کہتے ہیں خون کا رشتہ بڑی چیز ہے ۔ میں تو اپنے وسیع تجربہ کی بنا پر دیکھتا ہوں ۔ کہ محبت کے تعلق سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی رشتہ نہیں "

گذشتہ سال اپریل میں مرحوم کی شادی ہوئی تو برات کے ساتھ تقریباً ایک سو مختلف کالجوں کے ہندو مسلم اور سکھ عیسائی طالب علموں کو لے گئے ۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب دوست اکٹھے ہوئے تو مجھ سے مخاطب ہو کر کہا " دیکھئے میری رشتہ داری کتنی وسیع ہے "

مرحوم حد درجہ کے مہمان نواز تھے ۔ مہمان کی آمد سے انہیں بہت خوشی ہوتی ۔ کسی وقت اس سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے ۔ اور جہاں تک بس چلتا اس کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے ۔

اسی ضمن میں اپنی دلی حالت کا اظہار کرتے ہوئے گذشتہ سال آپ نے ایک خط میں مجھے لکھا ۔ " بانشراح صدر لکھتا ہوں ۔ کہ دنیا میں مجھے تین چیزوں سے بہت مسرت حاصل ہوتی ہے ۔ اول خیرات کرنے سے دوم مہمان کو خوشی خوشی لوٹانے سے ۔ سوم آپ کو خط لکھنے اور آپ کا خط پانے سے ۔

اگر گھر سے لاہور ہوسٹل میں کوئی خادم کسی کام سے بھیجا جاتا ۔ تو اسے بھی اپنا مہمان سمجھ کر اس کی دوستوں کی طرح تواضع اور خاطر داری کرتے ۔ اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے ۔ اور رات کو اگر دوسری چارپائی کا انتظام نہ ہو سکتا ۔ تو اپنا بستر فرش پر بچھوا کر اُسے کہہ دیتے ۔ کہ میں نے رات کو مطالعہ کرنا ہے تم چارپائی پر سو جاؤ ۔ مجھے چارپائی پر سونے سے نیند زیادہ آتی ہے ۔ اور مطالعہ میں ہرج ہوتا ہے "

مرحوم میں ایک صفت یہ بھی تھی ۔ کہ کبھی کسی سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے ۔ اگر اپنے پاس کسی وقت کچھ نہ ہوتا ۔ تو کوشش کر کے جلد ہی اس کی حاجت بر آری کر دیتے ۔ مجھ سے بسا اوقات بیان کیا ۔ کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ۔ آج تک کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا ۔ کہ میں نے کسی سوالی کو مایوس واپس کیا ہو ۔ کتابوں سے بہت پیار تھا ۔ اعلے درجہ کی علمی اور قیمتی کتابیں نہایت خوبصورت جلدوں سے مزین کروا کے کافی ذخیرہ جمع کیا ہوا تھا ۔

اگر کوئی لڑکا کوئی کتاب مانگ کر لے جاتا ۔ اور واپس نہ کرتا یا اگر کبھی سے واپس ملتی بھی تو خستہ و خراب حالت میں ، تو دیر تک متاسف رہتے ۔ ایک روز میں نے کہا ۔ کہ جب آپ کو کتابوں سے اتنی زیادہ محبت ہے ۔ تو پھر کسی کو دیتے کیوں ہیں ؟ کہنے لگے : مانگنے والے کو مایوس بھیجنے کی تکلیف کا خیال کر کے وقتی طور سے کتابوں کی محبت دب جاتی ہے ۔ اور ان کی محبت کی خوشی سے مانگنے والے کو مایوس جاتے ہوئے دیکھنے کی تکلیف کو زیادہ محسوس کرتا ہوں ۔

اسی طرح "خودداری" بھی مرحوم کا ایک نمایاں وصف تھا ۔ انہوں نے تمام عمر کسی شخص کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا ۔ اور نہ کسی معاملہ میں کسی کا احسان لینا گوارا کرتے ۔

اگر کوئی دوست کبھی کچھ ہدیہ پیش کرتا ۔ یا اور رنگ میں نیکی و خوش معاملگی سے پیش آتا ۔ تو جب تک اس سے اچھا تحفہ نہ دے لیتے اور ویسی ہی خاطر داری سے پیش نہ آ لیتے چین نہ آتا تھا ۔

موسم گرما کی تعطیلات سے پہلے میں نے بارہا لکھا کہ آپ گوندلانوالہ جہاں اُن کے برادر اکبر ریلوے میں ڈی ٹی ( ایس پی ) ہمارے پاس آئیں ۔ اور یہاں آ کر مطالعہ کریں ۔ میری اس تحریک کے جواب میں اپنے آخری خط میں جو مرحوم نے ۱۷ ۔ جون ۱۹۳۹ء کو لاہور سے لکھا ۔ کہ " گوندلانوالہ آسکتا ہوں " ۔ لیکن اپنی خودداری کا خیال زیادہ ہے ۔ اگر محترم بھائی صاحب از خود دعوت دیں تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا ۔ بغیر ان کی خاص دعوت کے سفر کے ارادہ کو ہی اپنی خودداری کے منافی خیال کرتا ہوں " ۔ ( اس پر انہیں دو تین دعوت نامے پے در پے بھیجے گئے ۔ لیکن چھٹے روز مرض مرگ کا تار آ گیا )

مرحوم کہا کرتے تھے ۔ کہ کسی کو قرض دے کر واپس مانگنے کی مجھے کبھی جرأت نہیں ہوئی ۔ جب کسی کو قرض دیتا ہوں ۔ تو واپسی کا خیال دل سے نکال لیتا ہوں ۔ اس طرح میرے دل میں اپنے آشناؤں کے متعلق کبھی جذبات تنفر پیدا نہیں ہوتے ۔

قادیان کی زیارت کا مدت سے شوق تھا چنانچہ گذشتہ سال مئی میں میرے ساتھ پہلی مرتبہ دار الامان گئے ۔ تو دوسرے ہی روز کہا ۔ کہ "پنجاب یونیورسٹی جیوگرافیکل سوسائٹی کے ٹور میں ہندوستان کے بہت سے بڑے بڑے اور مشہور شہروں کی سیر کی ہے ۔ لیکن قادیان ایسی مبارک فضاء کہیں نظر نہیں آئی ۔

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ وسلّم کے حضور ملاقات کے لئے پانچ منٹ کی درخواست کی گئی ۔ لیکن حضور نے ازراہ ذرہ نوازی بیس منٹ تک انہیں اپنی روحانی فیوض سے متمتع فرمایا ۔ دار الامان سے واپسی پر لاہور پہنچ کر اپنے خط میں مجھے قادیان کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں لکھا :-

" یہ کہنا کہ قادیان ایک شہر ہے ۔ اسی طرح جیسے لاہور ، گوجرانوالہ ، یا لائل پور وغیرہ ایک حماقت ، اور بے وقوفی ہے ۔ قادیان واقعی ایک بستی ہے ۔ اُن انسانوں کی نہیں جو اپنی تمام "کمزوریوں" کو لئے بس رہے ہیں ۔ بلکہ ان انسانوں کی جو حقیقت میں انسان کہلانے کے مستحق ہیں ۔ قادیان کی فضاء رسول پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کی حجاز کی فضاء سے بالکل مشابہ ہے ایک نُور اور روحانیت کی زندگی ہے ۔ جو قادیان میں پائی ۔ کاش ایک دفعہ پھر اس ٹکڑہ نور کی خاک پا پر اپنی جبین نیاز رکھ سکوں ۔ اللہ میاں بہت جلد میری اس دعا کو قبول فرمائیو "

پھر ۷ ۔ جون ۱۹۳۸ء کو مجھے منصوری خط لکھا : کہ " ویسے تو پہلے سے ہی آپ نے مجھ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہوا ہے لیکن قادیان کی طویل صحبت نے بدرجہ اتم متاثر کیا ہے ۔ یعنی اپنے اندر ایک نہایت خوشگوار تغیر محسوس کرتا ہوں ۔ . . . میں آپ کی عطا فرمودہ جملہ کتب کا بالالتزام مطالعہ کر رہا ہوں ۔ اور اللہ کے فضل سے کسی حد تک ان میں مستور و منفیہ فیوض سے بہرہ اندوز ہو چکا ہوں ۔ گھر کے لوگوں سے گرما گرم بحثوں نے انہیں یقین دلا دیا ہے ۔ کہ میں "مرزائی" ہو گیا ہوں ۔ مگر میں اس معین وقت کی انتظار میں ہوں ۔ جب خدا کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کروں "

گذشتہ سال آواخر ستمبر میں جب میں منصوری سے واپس امین آباد آیا ۔ تو وہ موسمی تعطیلات میں وہیں مقیم تھے ۔ روزانہ صبح سیر کو جاتے تو کوئی نہ کوئی دینی کتاب دو تین روز میں سنکر ختم کر دی جاتی ۔ یوں بھی دن میں جب موقع ملتا ۔ تو دینی گفتگو ہی کرتے ۔

غیر احمدیت کے زمانہ میں انہوں نے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال نہیں کئے ۔ ہمیشہ عزت سے نام لیتے تھے اور بکواس کرنے والوں کو ڈانٹتے ۔ بالآخر وسط دسمبر ۱۹۳۸ء میں ایک روز مجھے علیحدگی میں کہا ۔ کہ اب میرا جی چاہتا ہے ۔ کہ میں حضرت صاحب کی بیعت کر لوں ۔ میاں جی اور والدہ صاحبہ تھوڑے دن غصہ ہو کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے ۔ میں نے کہا ۔ کہ بیعت ضرور کرنی چاہیئے ۔ میں نے آج تک اس ضمن میں کبھی آپ کو تحریک کی تھی اور چاہتا تھا ۔ کہ یہ نیک تحریک خود بخود آپ کے دل میں پیدا ہو ۔ یہ الٰہی تحریک ہے ۔ آپ ضرور اس بارے میں جلدی کریں ۔ تاکہ آپ کو بیش از بیش روحانی تمتعات حاصل ہوں "

اس کے بعد انہوں نے اپنی اہلیہ صاحبہ کیساتھ جلسہ سالانہ ۱۹۳۸ء میں شمولیت کی تدبیریں سوچنی شروع کر دیں ۔ تاکہ کسی طرح روانگی سے پہلے والدین کو علم ہو کر اس نیک ارادہ میں مزاحمت نہ ہو ۔

چنانچہ ۲۴ ۔ دسمبر کو اپنی اہلیہ صاحبہ کو لاہور ان کے میکے پہنچانے کے لئے طیار ہوئے ۔ اور مجھے کہا ۔ کہ آپ ۲۵ تاریخ کی شام تک ہمیں لاہور آ ملیں تاکہ میاں جی کو شک نہ پڑے ۔ کہ ہم قادیان جا رہے ہیں ۔ بالآخر ہم بفضلہ تعالیٰ ۲۵ ۔ دسمبر کو رات کے نو بجے دار الامان پہنچ گئے ۔

لاہور میں گھر سے اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں تانگہ پر بیٹھے ہوئے خوش ہو ہو کر کہتے رہے ۔ " اللہ تیرا ہزار ہزار شکر ہے ۔ کہ تو ہم گنہگاروں کو خدا کے رسول کی تخت گاہ کی طرف لے جا رہا ہے ۔ اگر تیرا فضل نہ ہوتا ۔ تو یہ سعادت ہمیں کبھی نصیب نہ ہوتی ۔ ۲۷ ۔ دسمبر کو حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کے گھر میں جا کر اُن کی اہلیہ صاحبہ محترمہ نے بیعت کی ۔ جب انہیں اس امر کا علم ہوا کہ ان کی اہلیہ صاحبہ کی بیعت اُن سے پہلے ہو گئی ہے ۔ تو نہایت رشک سے بار بار انہیں کہتے رہے ۔ کہ آپ مجھ سے آگے بڑھ گئیں " مورخہ ۲۸ دسمبر کی صبح اُن کی بیعت ہوئی ۔

مرحوم کی دلی خواہش تھی ۔ کہ کسی طرح سب سے پہلا ہاتھ بیعت کے وقت حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ کے مبارک ہاتھ پر وہ رکھیں ۔ چنانچہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے اُن کی یہ خواہش بھی بر آئی اور ڈیڑھ سو کے قریب بیعت کرنے والوں میں سب سے پہلے انہیں ہی اپنا ہاتھ حضرت اقدس ایدہ اللہ کے بابرکت ہاتھ پر رکھنا نصیب ہوا ۔

بیعت سے واپسی پر مجھے کہا ۔ کہ پہلے بھی دو دفعہ حضرت صاحب سے مل چکا ہوں ۔ لیکن جو روحانی مسرت آج کی ملاقات سے ہوئی وہ بیان نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد روز بروز اخلاص میں ترقی کرتے گئے ۔ والدین نے احمدیت قبول کرنے پر مخالفت کی ۔ بہت کچھ بُرا بھلا کہا ۔ جس پر وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو دعا کے لئے لکھتے رہے ۔ اور نہایت سعادت مندی کے ساتھ ماں باپ سے پیش آتے رہے ۔ البتہ یہی کالج کے کوپر ہوسٹل واقع ۱۷

۱۷- بہاول پور روڈ لاہور میں کئی سال سے رہائش تھی۔ اپنے کمرہ میں مختلف قسم کے قطعات عمدہ فریموں میں لگوا کر آویزاں کئے ہُوئے تھے۔ جن میں چند ایک کے اشعار لکھتا ہوں۔ جن سے مرحوم کے نیک رحجانِ طبع کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱) حضرت اقدس کی لمبی نظم "نونہالانِ جماعت سے خطاب" اپنے سرہانہ لٹکائی ہُوئی تھی۔ جسے بارہا ترنم سے پڑھکر محظوظ ہوتے۔

(۲) اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے یہ والی نظم۔

(۳) جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔

(۴) عاشقو دیکھ چکے عشق مجازی کے کمال
اب میرے یار سے بھی دل کو لگا دیکھو تو

(۵) یا الٰہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
کام لاکھوں ہیں مگر ہے زندگی مثل حباب

(۶) نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یارب پکار

(۷) میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

کہا کرتے تھے۔ یہ قطعات میرے لئے خاموش واعظ ہیں۔ نفس ہیں قبض کے وقت ان پر غور کرتا ہوں۔ تو روحانی زندگی کی لہریں دوڑنی شروع ہو جاتی ہیں اپنے کمرہ میں داہنی طرف مصلےٰ بچھا رکھا تھا۔ اور خوشی سے کہا کرتے تھے۔ کہ "یہ میری مسجد ہے"۔ تھوڑا عرصہ ہوا مجھے ان کے پاس لاہور میں چند یوم قیام کرنے کا اتفاق ہُوا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ وہ روزانہ تین بجے اُٹھکر نہایت خشوع وخضوع کیساتھ نوافل ادا کرتے۔ اور پھر کچھ اسٹڈی کرتے کے بعد نمازِ صبح گذار کر سیر کو جاتے۔ اور سیر سے واپس آکر تلاوت قرآن مجید نہایت خوش الحانی کے ساتھ کرتے۔ پھر انگریزی ترجمہ (پارہ اوّل) کا مطالعہ کرکے کشتی نوح کا تھوڑا سا حصہ بلند آواز سے پڑھتے اخبار الفضل میں شایع شدہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کاپیوں میں چسپاں کرکے اکٹھا کر رکھا تھا۔ انہیں بھی روزانہ تھوڑا تھوڑا مطالعہ کرتے۔ اور موقع ملنے پر اپنی اہلیہ صاحبہ کو بھی سناتے لاہور سے جب رخصتوں پر امین آباد آتے تو اپنی اہلیہ صاحبہ کو اسلامی اصول کی فلاسفی سبقاً سبقاً پڑھاتے۔ اور ملفوظات سناتے۔ عموماً آپس میں دینی باتیں ہی کرتے رہتے۔ اُن کی اہلیہ صاحبہ بفضلِ خدا مخلص احمدی ہیں۔ اور اپنے ماحول میں احمدیت کا نیک نمونہ ہیں۔

اپنی وفات کا علم چند ماہ پیشتر ہی انہیں ہو چکا تھا۔ چنانچہ فروری ۱۹۳۸ء کے وسط میں ایک روز مجھے صبح خواب سنایا۔ کہ "میں نے دیکھا کہ میں بغیر کسی ذریعہ پرواز کے آسمان کی طرف پرواز کر رہا ہوں۔ اور پھر آسمان میں کہیں داخل ہو گیا ہوں"۔ یہ خواب سنا کر کہا۔ کہ اور بھی بہت سی خوابیں آئی ہیں۔ اب ہمارا وقت قریب ہے۔ میں نے کہا۔ ہم تو آپ سے حضرت کی دعاؤں کے امید وار ہیں آپ کیوں وہم میں پڑے ہیں۔ خوابوں کی تعبیریں ہوتی ہیں۔ کہنے لگے دعائے حضرت والا کام تو آپ کو ہی کرنا ہوگا۔ اور یہ کہ "یہ خوابیں تعبیر والی نہیں اب مجھے اپنی وفات کا وقت بہت قریب ہی نظر آرہا ہے"۔ پھر آپ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ

دنیا نام ہے اک منزل کا
ذرا دم لے کر آگے چلیں گے

اور اس سفر میں عزیز من روحانی۔ آپ کو سب سے مفید اور مہربان ہمسفر سمجھتا ہوں۔ اعمال کے لحاظ سے ہم سب اس سرائے میں اجنبی ہیں۔ ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ مگر جس مسافر میں میرے لئے سب سے زیادہ جاذبیت ہے۔ وہ آپ ہیں۔ دنیاوی سامان مجھے ہیچ نظر آتے ہیں۔ دنیا میں میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں۔ اور اگر کوئی دلچسپی ہے۔ تو صرف اس لئے کہ آگے آنے والی دائمی دنیا کے لئے جتنا سامان ہو سکے فراہم کروں۔ جب دیکھتا ہوں۔ کہ بانگ درا عین قریب ہے۔ اور قافلے کی روانگی کا وقت آپہنچا۔ تو ایک طرف گھبراہٹ اور کپکپی جسم زار میں محسوس کرتا ہوں۔ ..... عزیز من! اپنے زمانۂ ماضی میں کئے ہوئے گناہوں اور لغزشوں کے پیش نظر مجھ پر بسا اوقات ایک مجرم ایسی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں۔ اور عجیب بے قراری کی حالت میں تمام تمام دن کوئی کام نہیں کرتا۔ صرف خوف الٰہی ایک ایسی چیز ہوتی ہے۔ جو محو رکھتی ہے۔ طبیعت میں بالیدگی، لطافت اور روحانیت محسوس کرتا ہوں۔ یہی ہے جسے دنیا "اطمینان قلب" کہتی ہے۔ اسی اطمینان قلب کے حصول کے لئے دنیا لاکھ سر مارتی ہے۔ مگر اس کو پتہ نہیں کہ سچی خوشحالی اور "اطمینان قلب" اپنی حقیقت معلوم کرنے مقصد زندگی کو پہچاننے اور یہ معلوم کرنے کہ خدا نے ہمیں کیوں پیدا کیا۔ اور وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں۔ کہ مجھے صراط مستقیم پر چلائے اور قوتِ عمل عطا فرمائے"۔

مرض الموت سے بہت تھوڑا عرصہ پیشتر انکی اہلیہ صاحبہ نے خواب دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ لایا جا رہا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ وہ بھی چل پڑی ہیں۔ جب نماز کیلئے جنازہ رکھا گیا۔ تو کفن میں سے مرحوم اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اور نماز جنازہ کی امامت کرکے پھر کفن میں ملفوف ہو گئے"۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ غلام اسی روز اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچا۔ جس دن کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہُوا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وعلیٰ عبادک الصالحین۔

حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ وسلّم اور احباب کرام سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ از راہ کرم میرے اس مرحوم عزیز غفر اللہ لہ وجعل اللہ الجنۃ مثواہ کیلئے خاص طور سے دعا فرمائیں۔ کہ رحیم وکریم مولیٰ ان کی خطاؤں کو معاف فرماکر اپنے مغفور بندوں میں شامل کرے۔ اور اُن کو اپنی مغفرت خاص اور جوار رحمت سے سرفراز فرماتے ہُوئے اُن کے درجات کو بلند کرے آمین۔ ثم آمین!!

اور مرحوم کی اہلیہ صاحبہ اور سب پسماندگان کو اپنی جناب خاص سے صبر جمیل اور رضا بالقضاء کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ اور ان کا حافظ وناصر ہو آمین اللھم آمین یا سمیع الدعا۔

طالب دعا مبارک احمد خان امین آبادی از گونڈا۔ یوپی)



# جہاز کی گفتگو

— آداب عرض! یہ تو بتلایئے ہم لوگ کہاں ہیں؟

— آداب عرض۔ کہیئے کیسے ہیں آپ؟ ہم لوگ کل لاگوز پہنچ جائینگے۔ افریقہ کا وہ پہلا بندرگاہ ہے جہاں ہم آبنائے پہنچنے سے پہلے اسباب لاد سکتے اور اتار سکتے ہیں۔

مسافر جو ابھی ابھی یہ باتیں جہاز کے تختہ پر تیسرے افسر سے کر رہا ہے یکایک محو حیرت ہو گیا۔

— مگر افریقہ کے مغربی ساحل پر تو کوئی اتنا اہم بندرگاہ ہے نہیں کہ وہاں جانا مناسب ہو۔ یہ سنکر نوجوان سرخپوش افسر مسکرایا۔

— ہم لوگ صرف اہم بندرگاہوں کی سیر نہیں کرتے بلکہ د[illegible]ں کے دہانوں پر چھوٹے چھوٹے مقامات سے بھی گذر ہوتا ہے۔ مثلاً ہم کو واری اور ساپلی بھی جانا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں خالص حبشی دیہات ہیں یہاں سے ہم کو کشتی ملتی ہے۔ جس کے ملاح حبشی ہوتے ہیں۔ اور ان پر ہم دریا کے فراز کی طرف مال لینے کے لئے جائیں گے۔ یہ دریا اتنا تنگ ہے کہ جہاز اس سے نہیں گذر سکتا۔

— لیکن مسافر نے کہا، کیا یہ خطرناک کام نہیں ہے؟ کیا تم کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہو جاتے؟ کیا ان مقامات کی حفظان صحت ناقص نہیں ہے؟

— یقیناً ایسا ہو سکتا ہے۔ افسر نے سنجیدگی سے کہا مگر یہی ہمارا کام ہے۔ البتہ ہم لوگ بہت کافی دفاعی تدابیر استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ہم اس پانی کے سوا جو جہاز پر ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔ کوئی اور پانی استعمال نہیں کرتے۔ [illegible] پانی بھی کلورین سے صاف کیا ہوا ہوتا ہے۔ علاوہ [illegible] ہم لوگ بغیر دھوئے ہُوئے کوئی پھل بھی نہیں کھا[illegible]

مسافر نے سر ہلایا۔

— مگر ملیریا کے متعلق کیا کرتے ہیں۔ مسافر نے [illegible] تم اپنے کو مچھروں کی کاٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے [illegible] نہیں کر سکتے؟

— افسر نے مسکراتے ہُوئے کہا۔ اصل واقعہ بالکل [illegible] ہے۔ ہم لوگ اپنے کو اور بیماریوں کی بہ نسبت ملیریا [illegible] زیادہ محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ گرم خطوں میں ہم اس کمپنی [illegible] پر عمل کرتے ہیں۔ جو ہم کو روزانہ "کونین" استعمال کرا[illegible] تم کو اتنا تو یقینی معلوم ہوگا۔ کہ ملیریا کے روکنے او[illegible] کرنے کیلئے کونین سب سے بہتر دوا ہے۔ مجلس بین الاق[illegible] کی ملیریا کمیشن نے ا[illegible] دوا کی حمایت کی ہے۔ ملیریا [illegible] تھام کیلئے بخار کے پورے موسم میں ۲ گرین کونین روز[illegible] استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس بیماری سے نجات حاصل [illegible] کیلئے ۱۵ سے ۳۰ گرین تک کونین روزانہ ۵ سے ۷ دن [illegible] استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اچھا تو اب معاف فرمائیں [illegible] زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا کیونکہ جہاز کی آواز دیکھنی ہے [illegible]

— شوق سے جائیے۔ ہماری یہ ہرگز خواہش نہیں [illegible] ہمارا جہاز زمین کی تہ میں جا پہنچے۔ دونوں ہنس پڑے [illegible] مسافر تو ڈک پر سے چلا گیا۔ افسر تھنوں کے کمرے کی [illegible] گیا۔ جہازران اپنے ہاتھوں کو چکے پر رکھے ساکت [illegible] سامنے کمپاس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

# الحکم کا جوبلی نمبر



سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صحافت میں ایک نادر ترین تحفہ ہوگا

## ۶۰۰ روپے کے فوٹو بلاک

[ا]س نمبر میں فوٹو بلاک ہی چھ سو روپے کی مالیت کے استعمال کئے گئے ہیں

## اس سے آپ اندازہ

لگا سکتے ہیں کہ یہ پرچہ کس قدر شان دار ہوگا

## ہر احمدی گھر میں

[م]جھے یقین ہے۔ کہ اس کی ایک ایک کاپی ہر احمدی گھر میں پہنچ جائے گی۔

## فوٹوز میں کیا ہے!

[ح]ضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کے علاوہ آپ کے دست مبارک [ک]ے لکھے ہوئے خط کا بلاک۔ خاندان نبوت کی تصاویر۔ حضرت [ام]یر المومنین ایدہ اللہ کی مختلف عمروں کے فوٹو۔ مبلغین لنڈن۔ افریقہ [م]صر۔ شام۔ امریکہ۔ ماریشس کے فوٹو۔ مختلف ممالک کی احمدی انجمنوں کے فوٹوز

## صرف ایک پرچہ میں پچاس سے زائد فوٹو بلاک

[ا]ستعمال کئے گئے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے۔ کہ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ بڑے [س]ے بڑے اخباروں نے بھی اپنے خاص نمبروں میں اس قدر فوٹو استعمال نہیں کئے

## اخبار کی طباعت و اشاعت پر ایک ہزار سے زائد

[ر]وپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہ پرچہ دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ایک چیز ہوگا

## مضامین

جماعت احمدیہ کے چوٹی کے لکھنے والوں کے مضامین ہونگے

## اخبار کا حجم

کسی صورت میں سو صفحے سے کم نہ ہوگا۔ اور سائز ۲۰×۳۰/۴ ہوگا جو سلسلہ کے تمام اخبارات سے بڑا سائز ہے۔ ایک صفحے میں چار کالم۔ اور ایک کالم میں پچپن سطریں ہونگی۔

گویا کہ

اس قدر مضامین اور مواد ہوگا۔ کہ آپ پڑھتے پڑھتے سیر ہو جائینگے

## گذشتہ چالیس سال میں

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ گذشتہ چالیس سال میں اس شان کا پرچہ ہمارے سلسلہ میں کبھی شائع نہیں ہوا۔

## خریداران الحکم کو

خریداران الحکم کو یہ پرچہ اسی صورت میں مل سکیگا۔ کہ اگر انہوں نے اس سال کی قیمت ادا کر دی ہوگی ورنہ انکو یہ پرچہ ارسال نہیں کیا جائیگا نوٹ کر لیں

## ایک نعمت عظمےٰ

اس نمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نادر اچھوتا غیر مطبوعہ مضمون شائع کیا جائیگا۔ یہ ایک ہی مضمون ہزار ہا روپے کی قیمت کا ہوگا۔

## پرچہ کی قیمت

اس پرچہ کی قیمت ۸ر ہوگی۔ جو اصل لاگت ہے۔ دو سو کاپیاں اعلیٰ کاغذ پر چھپوائی گئی ہیں۔ فی کاپی ایک روپیہ۔

## ہر احمدی سے درخواست ہے

کہ اس اعلان کو پڑھکر نوٹ کرے۔ اور اس پرچے کے خریدنے کے لئے تیار رہیں۔ اگر آپ زائد کاپیاں خریدنا چاہتے ہیں۔ تو فوراً میرے نام اتنی کاپیوں کی قیمت منی آرڈر کر دیجئے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس اخبار کی کوئی کاپی باقی نہ رہیگی۔ اور بعد میں آپ افسوس کریں گے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ بغیر پیشگی رقم آنے کے آرڈر کی تعمیل نہ ہوگی۔ والسلام

**محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان**